ارض فلسطین کی اہمیت

حافظ عباد اللہ فاروقی ایڈوکیٹ

فلسطین ایک چھوٹا سا خطۂ ارض ہے لیکن محل وقوع کے لحاظ سے نہایت ہی اہم ہے یہ مشرق وسطیٰ کے عین قلب میں واقع ہے۔ ۳۶ء میں برطانوی وزیر مسٹر ایمری نے دارالعوام یعنی House of Commons میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

"فلسطین ہمارے لئے ویسا ہی اہم ہے جیسے لندن میں کلیفم جنکشن، رسل و رسائل، تیل کے پائپ ہوائی مستقر اور دنیا کے مختلف حصوں سے ربط قائم رکھنے کے لئے یہ مقام بے حد اہم اور ہماری زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے، ہم اس کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ حیفہ کی بندرگاہ کو اگر اعلیٰ پیمانے پر ترقی دی جائے تو اور زیادہ مفید نتائج برآمد ہوں گے"

مسٹر ایمری کی اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کے عرب ممالک کے تیل کے وسیع ذرائع ان کی آزادی اور حفاظت کے مستقل خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ ممالک متحدہ امریکہ نے بحرین سے سعودی عرب کے علاقوں تک تیل کا لمبا چوڑا جال بچھا رکھا ہے اور کوشاں ہے کہ یہ سلسلہ اور بھی آگے بڑھے۔ روس کو بھی مشرق وسطیٰ سے خاصی دلچسپی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مقامات روس کے خلاف جنگی کارروائیوں میں استعمال کئے جائیں گے ان حالات میں یہ تین بڑی طاقتیں یعنی برطانیہ، روس اور امریکہ کسی نہ کسی صورت میں مشرق وسطیٰ پر بالخصوص فلسطین پر اپنا تسلط قائم رکھنا چاہتی ہیں۔ جب سے برطانیہ کا تسلط نہر سویز سے اُٹھ گیا ہے وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ فلسطین پر ان کا تسلط قائم رہے۔ حصول مقصد کے لئے انہوں نے اسرائیلیوں کو آلہ کار بنا رکھا ہے۔ ان کے ذریعہ سے عرب اقوام پر ظلم و تشدد کئے جا رہے ہیں۔ نہر سویز وہ اہم مقام ہے جہاں سے بیک وقت براعظم افریقہ یورپ اور براعظم ہندوپاکستان پر یکساں نگرانی رکھی جاسکتی ہے۔ برطانیہ کا یہاں سے اقتدار

اٹھ جانے کے بعد برطانیہ اس کا بدل سرزمین فلسطین ہی کو خیال کرتے ہیں۔

برطانیہ کا بحیرہ روم پر قبضہ تو ملکہ الزبتھ کے زمانہ سے چلا آرہا ہے جب کہ انہوں نے سپین کا آرمیڈا تباہ کرکے جبرالٹر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد نپولین کو واٹرلو کے مقام پر شکست دیکر جزیرہ مالٹا لے لیا جو بحیرہ روم کے مرکز میں ہے۔ اس کے بعد جزیرہ سائپرس پر قبضہ کرکے شرق وسطی پر اپنا پورا اقتدار قائم کر لیا تاکہ فلسطین کے ہوائی اڈوں اور موصل و دیگر مقامات پر تیل کے پائپ وغیرہ کو بھی اپنے قابو میں لاسکیں۔ حصول مقصد کے لئے انہوں نے فلسطین کے قلب میں یہودی قوم کو بسا کر عرب علاقوں کو بتدریج ہڑپ کرنا شروع کر دیا ہے۔ استعمار پسندوں نے یہودی قوم کو ہر طرح کی جنگی و مالی مدد دے رکھی ہے جسکا ثبوت حالیہ جنگ میں مل چکا ہے۔ غرض اس وقت بڑی طاقتوں کی حریصانہ نگاہیں فلسطین کے تیل پر لگی ہوئی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح عرب ممالک ہڑپ کر لیا جائے۔

کنگسلے مارٹن مشہور جریدہ نگار لکھتا ہے "عجب اتفاق ہے کہ جہاں مسلمان پائے جاتے ہیں وہاں تیل کے چشمے بھی پائے جاتے ہیں۔ اور جہاں تیل کے چشمے پائے جاتے ہیں وہاں مسلمانوں کی سرزمینیں ہیں۔"

فلسطین کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ محل وقوع کے اعتبار سے وہ بحر مردار کے قریب ہے، جس میں قدرت کے جمع کردہ خزائن کا انبار پڑا ہے۔ آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے برطانیہ، فرانس، امریکہ اور روس اور عثمانی عہد میں ترکی بھی اس کوشش میں رہے کہ بحر مردار کے خزائن پر اپنا اپنا تسلط قائم کریں۔

اس سیاسی و جغرافیائی اہمیت کے علاوہ فلسطین کی اہمیت جو مذہبی نقطہ نگاہ سے ہے وہ مسلمانان عالم کبھی بھول نہیں سکتے۔ فلسطین کی سابقہ مذہبی اہمیت کسی پر مخفی نہیں لیکن یہ اہمیت واقعہ معراج سے اور بھی بڑھ گئی ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس جانا اور موریہ کی پہاڑی کی چوٹی سے جہاں اب Helerens کا گرجا گھر واقع ہے عرش بریں تک جانا نیز آپ کے براق ایک خاص مقام (جو اب "دیوار گریہ" کہلاتا ہے) پر ٹھیرنا فلسطین کی اہمیت کو بڑھانے اور قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔

بیشتر اس کے فلسطین کے مقاماتِ مقدسہ کا ذکر کیا جائے اس کی مختصر سی
بیان کر دینی ضروری ہے۔

۶۳۶ء میں سب سے پہلے خلیفہ دوئم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلا
مسلمانوں نے فلسطین پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد ۹۶۹ء میں اہل مصر نے فتح کیا۔
۱۰۸۷ء میں سلجوقی ترکوں کے قبضہ میں آگیا۔ ۱۰۹۶ء میں صلیبی جنگ چھڑی اور ۹
میں فلسطین پر مغربی حملہ آوروں یعنی عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا اور بیت المقدس میں
حکومت قائم ہوگئی۔ صلیبی جنگوں کا سلسلہ ۱۱۸۷ء تک جاری رہا۔ آخر کار مسلما
سلطان صلاح الدین ایوبی کی سرکردگی میں رچرڈ لائن (Richard the Lion) کی ع
فوج کو "حطین" کے مقام پر زبردست شکست دی۔ ۱۱۸۷ء میں جب سلطان کو
کے مقابلہ میں نمایاں اور تاریخی فتح حاصل ہوئی تو اس نے بیت المقدس واپس لے
کوشش کی تا آنکہ ۲ اکتوبر ۱۱۸۷ء کو جب کہ شب قدر تھی سلطان نے عیسائیوں۔
ہتھیار رکھوا کر شہر پر قبضہ کرلیا۔ اس وقت سے ۱۹۱۷ء تک فلسطین پر برابر مسلما
قبضہ رہا۔ اس کے بعد لارڈ ایلن بری (Allen berry) کی عیارانہ کوششو
۱۹۱۷ء میں فلسطین پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ جنگ کے خاتمہ پر جنرل اے لن بری کے
مسٹر چرچل نے کابینہ کی طرف سے فلسطین کی فتح پر مبارکبادی کا تار بھیجا تو اس میں لکھا

"صلیبی جنگ آج ختم ہوگئی"

۱۲۱۲ء میں بیت المقدس کو خوارزم ترکوں نے تاراج کیا۔ اس کے بعد ۱۲۶۹ء میں
کے "شاہان ممالک" کا اس پر تسلط ہوا۔ ۱۵۱۶ء میں عثمانی خلیفہ سلطان سلیم اوّل اسیر ت
ہوگیا جس کے جانشین سلیمان اعظم نے بیت المقدس کی دیواروں کو تعمیر کرایا۔ قریب قر
ہر مسلمان بادشاہ نے فلسطین کے مقامات مقدسہ کی تعمیر و توسیع کی۔ اس ط
فلسطین کی سرزمین مسلمانانِ عالم کے لئے نہایت مقدس اور اہم ہے۔ بالخصوص ب
المقدس کے مقاماتِ مقدسہ جن کی فہرست حسبِ ذیل ہے۔

(۱) **مسجدِ اقصیٰ** | مسجد اقصیٰ (جسے مسجد عمرؓ بھی کہتے ہیں) کا ذکر قرآن کریم میں آیا۔

سبحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا
حَوْلَہٗ)۔ یہ مسجد پرانا قلعہ ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ مشہور ہے کہ
حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی آرزو کی تھی
جن کی یہ تمنا پوری ہوئی۔ یہ خانہ خدا ایک مدت تک اسرائیلیوں کے قبضہ میں رہا۔ آخر یہ
بخت نصر کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوا۔ اس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام نے اسیری بابل
سے واپس آکر از سر نو تعمیر کیا۔ اور پھر قدیم شریعت اور توحید الٰہی کا چرچا زور شور سے شروع ہوا
لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک رومی سپہ سالار طیطوس نامی نے پھر اسے منہدم کر دیا۔
ابھی اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بت پرست رومی مذہب کے پیرو ہو گئے اور یہ
مقام مزید تباہی سے بچ گیا۔

جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے مسجد اقصیٰ کی از سر نو تعمیر کرائی اس وجہ سے
مسجد اقصیٰ کو مسجد عمر بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد عبدالملک نے اس کی تعمیر شروع کرائی
جو ولید کے زمانہ میں مکمل ہوئی۔

علامہ ابن عساکر نے چھٹی صدی ہجری کے آغاز میں بیت المقدس کی زیارت کی
تھی۔ فرماتے ہیں کہ اس مسجد کے پچاس دروازے تھے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔

(۱) باب القرطبی (۲) باب داؤد (۳) باب سلیمان (۴) باب محمد (۵) باب التوبہ
(۶) باب الرحمۃ (۷) باب التوحید (۸) باب الہاشمی (۹) باب الاسباط
(۱۰) باب السکینہ (۱۱) باب الخضر تھے۔

اس کے علاوہ اس مسجد میں چھ۶ سو سنگ مرمر کے ستون تھے اور سات محرابیں
تھیں۔ پانچ ہزار قندیلیں تھیں۔ صخرہ کے گنبد کے علاوہ مسجد میں پندرہ۱۵ گنبد تھے۔
مسجد کی چھت پر سیسہ کے سات ہزار سات سو پترے چڑھے ہوئے تھے جن کا مجموعی وزن
۷۰ رطل تھا۔ مسجد کے اندر چوبیس۲۴ بڑے حوض تھے اور چار مینار تھے۔ یہ تمام چیزیں
عبدالملک بن مروان کے عہد میں بنائی گئی تھیں۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ مسجد اقصیٰ
کا طول ۷۵۵ ہاتھ اور عرض ۴۶۵ ہاتھ تھا۔ اس پیمائش سے مسجد کا وہ حصہ مراد ہے

جو حرم کے اندر داخل ہے۔

قبۃ الصخرہ کے اندر بخط کوفی یہ عبارت مندرج تھی:۔

"بسم اللہ، کلمہ طیب، کلمہ شہادت کے بعد اس طرح عبارت مندرج تھی۔ خادم خدا عبداللہ المامون امیرالمومنین نے اس قبہ کو ۷۲ ہجری میں تعمیر کیا تھا۔ خدا اس کے ہاتھ سے اسے قبول کرے اور اس سے راضی ہو۔ آمین تعمیر مکمل ہوگئی، لہٰذا خدا کی حمد کرنی چاہیئے"

اس کے بعد قرآنی آیات کا سلسلہ چلا گیا ہے جس میں مکرر سہ بار بسم اللہ اور کلمہ توحید کا اعادہ ہے۔ اس میں یہ عبارت بھی ہے کہ "مسیح بن مریم علیہ السلام خدا کے پیغمبر اور اس کا کلمہ تھے جسے اُس نے مریم میں ڈال دیا تھا اور اس کی رُوح تھے لہٰذا خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ۔ اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔ خدا ایک ہے اور اس کی شان سے بعید ہے کہ اس کا بیٹا ہو۔ مسیح کو خدا کا خادم ہونے میں کچھ عذر نہیں" اور آخر میں لکھا ہے کہ خدا کے نزدیک اسلام ہی دین برحق ہے۔ اس کی حمد کرو جو کسی کو اپنا بیٹا بناتا ہے نہ اس کا شریک ہے" (دلگداز۔لکھنؤ مئی ۱۹۱۲ء)

ولید کے بعد خلیفہ منصور اور خلیفہ مہدی کے زمانہ میں مسجد اقصٰی کی مرمت کی گئی۔ اس کے بعد مامون الرشید نے اس کی تعمیر کرائی لیکن مامون کے معماروں نے کہتے ہیں عبدالملک کا نام محو کرکے مامون کا نام لکھدیا تھا لیکن اتفاق سے وہ مسجد کا سن تعمیر جو ۷۲ھ ہے محو نہ کر سکے۔

مسجد اقصٰی میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی ۱۱۸۷ء میں نمایاں اضافے کئے تھے یعنی محرابیں اور قبے بنوائے خوبصورت پتھر لگوائے اور مسجد سے صلیبوں کے اثرات مٹائے تھے۔ اب یہود کے عزائم یہ ہیں کہ وہ مسجد اقصٰی کی جگہ "ہیکل سلیمان" تعمیر کریں، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس جگہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اور استعمار پسندوں کی مدد سے اس پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔ ادھر عرب مجاہدین ان سے نبرد آزما ہیں۔ دیکھیں کیا ظہور میں آتا ہے۔

(۳) مسجد صخرہ | صخرہ وہ جگہ ہے جہاں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج تشریف لے جاتے وقت قدم مبارک رکھا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صخرہ بیت المقدس جنت کے پتھروں میں سے ہے۔"

اس مسجد کو بھی مشہور اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے بنوایا تھا۔ اس کی تعمیر کے لئے سات سال تک مصر کا خراج جمع کیا گیا۔ مسجد کی تعمیر کا کام محدث رجاء بن حیوۃ اور یزید بن سلام کی نگرانی میں شروع ہوا۔ معماروں نے ۶۸۵ء میں اسے تعمیر کرنا شروع کیا اور ۷۲ھ مطابق ۶۹۱ء میں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا۔ اوّل اوّل صخرہ کے مشرق میں نمونہ کے طور پر ایک قبہ بنایا گیا پھر مکمل مسجد کی تعمیر ہوئی۔ یہ مسجد اپنے زمانہ کے فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ آج بھی اسکا شمار دنیا کی خوبصورت ترین عمارات میں ہوتا ہے۔ اس کی تعمیر میں عربی ذوق اور ایرانی و رومی صنعتیں پورے طور پر نمایاں ہیں اس لئے کہ اس کی تعمیر میں عربوں کے علاوہ رومی اور ایرانی سب ہی کاریگروں نے حصہ لیا ہے۔

سیٹرلوٹس کا قول ہے "بلاشبہ مسجد صخرہ دنیا کی خوبصورت ترین عمارتوں ہی میں سے نہیں بلکہ وہ تمام تاریخی عمارتوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ عیسائیوں نے لندن کا "The Temple church" اور کئی گرجے اسی نمونے پر بنوائے تھے —— انکے علاوہ مندرجہ ذیل متبرک مقامات مقدسہ قابل ذکر ہیں۔

(۳) براق شریف جس میں "دیوار گریہ" شامل ہے۔ (۴) مزار شریف حضرت داؤد علیہ السلام (۵) ضلع بیت المقدس، زیتون کی پہاڑی (Mount of Olives) جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی۔ (۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار۔ (۷) مزار خلیل۔

(۸) حرم شریف سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔ (۹) مقام علی رضہ (۱۰) مسجد سیدنا علی رضہ۔

(۱۱) مزار شریف یوسف علیہ السلام —— ان مقامات مقدسہ کے علاوہ بیشمار پیغمبروں کے مزار یہاں موجود ہیں جہاں مسلمانان عالم آتے جاتے رہتے ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم کو بھی انکی وصیت کے مطابق اسی جگہ دفن کیا گیا۔ ان کا مزار اب تک موجود ہے اور مرجع انام ہے